

ڈیجیٹل عہد میں غالب کی بازیافت

ڈاکٹر عارفہ اقبال

ایسوسی ایٹ پروفیسر

ادارہ اردو زبان و ادب، پنجاب یونیورسٹی لاہور

Abstract:

This study explores how Mirza Asadullah Khan Ghalib's work is being rediscovered in the digital age. Today, online platforms have made his poetry, letters, and manuscripts easily available to readers around the world. However, this research argues that easy access does not always lead to better understanding.

The study focuses on five main areas: the idea of Digital Humanities, the digitization of manuscripts, and the challenges of digital preservation. It shows that while digital tools have helped preserve and share Ghalib's work, problems still exist. These include errors in Urdu text recognition, wrong attribution of poetry on social media platforms, and unreliable information generated by artificial intelligence.

The research also looks at computer-based analysis of Ghalib's poetry and explains that such methods cannot fully capture the depth, complexity, and multiple meanings in his work.

In conclusion, the study finds that the digital age has solved the problem of access but not the problem of understanding. It suggests the need for a reliable Urdu-based digital platform, better cooperation between scholars, and improved digital awareness so that Ghalib's work can be properly understood, not just widely available.

Keywords: Mirza Ghalib, Digital Humanities, Urdu Literature, Manuscript Digitization, Rekhta Foundation, Nuskha-e-Hamidiya, Cultural Preservation, Online Archives, Classical Poetry, Computational Linguistics, Text Processing

کلیدی الفاظ: مرزا غالب، ڈیجیٹل انسانیات، اردو ادب، قلمی نسخوں کی ڈیجیٹلائزیشن، ریختہ فاؤنڈیشن، نسخہ حمیدیہ، ثقافتی تحفظ، برقی محفوظات، کلاسیکی شاعری، کمپیوٹیشنل لسانیات، ترتیب و تدوین متن۔

مرزا اسد اللہ خاں غالب (۱۷۹۷ء تا ۱۸۶۹ء) اردو اور فارسی ادب کا وہ نام ہے جو ہر عہد میں زندہ رہا ہے۔ انیسویں صدی کی ٹوٹی ہوئی دہلی میں بھی، اور اکیسویں صدی کی ڈیجیٹل دنیا میں بھی۔ ان کی شاعری محض جذباتی اظہار نہیں بلکہ ایک مکمل فلسفیانہ نظام فکر ہے جس میں وجود، فنا، محبت، اور انسانی حالت کے سوالات ایک ایسے منفرد اسلوب میں سمٹ آتے ہیں جو دوسری زبانوں میں پوری طرح منتقل نہیں ہو سکتا۔ غالب کے خطوط نے اردو نثر کو نیا آہنگ دیا اور ان کا فارسی کلام حجم میں اردو کلام سے چار گنا زیادہ ہے۔ لیکن عام قاری کے ذہن میں ان کی شناخت چند مقبول غزلوں تک محدود رہی ہے۔ ان کی شاعری کا یہ وصف ہے کہ وہ بیک وقت مشرقی روایت کے امین بھی ہیں اور اس سے بغاوت کرنے والے بھی۔ یہی دوہرا پن انہیں ہر نسل کے لیے اسرِ نودریافت کرنے کے قابل بناتا ہے۔ غالب کے ہاں زبان محض ابلاغ کا ذریعہ نہیں بلکہ ایک فلسفیانہ آلہ ہے جس سے وہ وجود کے گہرے سوالات کو چند الفاظ میں سمیٹ دیتے ہیں۔ ان کی فارسی شاعری میں تصوف، عشق اور عقل کا وہ امتزاج ہے جو ایران کے بڑے شعرا سے بھی انہیں الگ کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ غالب کو سمجھنے کے لیے محض زبان دانی کافی نہیں۔ فلسفے، تاریخ اور ثقافت کی آگہی بھی ضروری ہے۔ ڈیجیٹل عہد میں غالب کی بازیافت اس لیے بھی اہم ہے کہ یہ بازیافت انہیں محض ماضی کی میراث نہیں بلکہ زندہ فکری روایت کے طور پر پیش کرتی ہے۔

ڈیجیٹل عہد سے قبل غالب کے مخطوطات، خطوط، اور نادر طبع متون مخصوص کتب خانوں اور نجی ملکیت تک محدود تھے۔ ان تک رسائی کے لیے ادارہ جاتی وابستگی اور جغرافیائی قربت دونوں ضروری تھیں۔ آن لائن ٹیکنالوجی نے اس رکاوٹ کو کسی حد تک توڑا ہے۔ آج غالب کا بہت سا کلام اور ان پر لکھی تنقید دنیا میں کہیں سے بھی قابل رسائی ہے۔ تاہم یہ سوال اپنی جگہ قائم ہے: کیا یہ رسائی محض مقداری ہے یا معیاری بھی؟ کیا ڈیجیٹل پلیٹ فارمز واقعتاً غالب کو سمجھنے میں مدد دے رہے ہیں یا انہیں ایک سطحی ثقافتی علامت میں ڈھال رہے ہیں؟ یہ صورت حال صرف عام قاری کے لیے نہیں بلکہ کئی چھوٹے شہروں اور ممالک کے محققین کے لیے بھی رکاوٹ کا باعث تھی۔ محقق کو کسی ایک مخطوطے تک پہنچنے کے لیے بعض اوقات برسوں کی مراسلت اور سفر کا بوجھ اٹھانا پڑتا تھا۔ ڈیجیٹل ٹیکنالوجی نے اس جغرافیائی اور ادارہ جاتی رکاوٹ کو بڑی حد تک ختم کیا ہے۔ آج ایک طالب علم گھر بیٹھے وہ مواد دیکھ سکتا ہے جو کبھی صرف چند مراعات یافتہ افراد کے لیے قابل رسائی تھا۔ تاہم ڈیجیٹلائزیشن نے جو سہولت دی ہے وہ بے قید نہیں۔ غلط متون، ناقص اسکین، اور تصدیق سے عاری مواد نے نئی قسم کی مشکلات کو جنم دیا ہے۔ رسائی کے ساتھ ساتھ معیار اور تصدیق اور بھی اہم ہو گئی ہے۔

پانچ بنیادی محوروں کا تجزیہ ان سوالات کے جوابات میں ضروری ہے: ڈیجیٹل ہیومنیشیز کا نظری تناظر، مخطوطات کی ڈیجیٹائزیشن، اہم ڈیجیٹل پلیٹ فارمز کا تجزیہ، موسیقی اور سوشل میڈیا کا کردار، اور ڈیجیٹل بازیافت کے چیلنجز۔ یہ پانچوں محور ایک دوسرے سے مربوط ہیں اور کسی ایک کو بھی علیحدگی میں سمجھنا ممکن نہیں۔ ڈیجیٹل ہیومنیشیز کا نظری تناظر سمجھے بغیر مخطوطات کی ڈیجیٹائزیشن کی اہمیت واضح نہیں ہوتی اور پلیٹ فارمز کا تجزیہ کیے بغیر موسیقی و سوشل میڈیا کے کردار کو ٹھیک سے نہیں پرکھا جاسکتا۔ یہ تجزیاتی ڈھانچہ اس بات کی کوشش ہے کہ غالب کی ڈیجیٹل بازیافت کو اس کی پوری پیچیدگی میں دیکھا جائے۔ ان پانچوں محوروں کا مطالعہ ایک ایسی جامع تصویر پیش کرتا ہے جو نہ صرف موجودہ صورت حال کا جائزہ لیتی ہے بلکہ مستقبل کے لیے ایک علمی راہ نامہ بھی فراہم کرتی ہے۔ غالب شناسی کے روایتی طریقوں اور ڈیجیٹل امکانات کے درمیان توازن قائم کرنا اس مضمون کا مرکزی مقصود ہے۔

ڈیجیٹل ہیومنیشیز روایتی انسانی علوم اور عصری ٹیکنالوجی کے درمیان تعامل کا وہ میدان ہے جہاں متنوں کی حفاظت، تشریح، اشاعت، اور تجزیے کے لیے ڈیجیٹل ٹولز استعمال کیے جاتے ہیں۔ ڈیوڈیری (1) نے اپنی مرتب کردہ کتاب میں لکھا ہے کہ ڈیجیٹل علوم انسانی محض ٹیکنالوجی کا انسانی علوم پر اطلاق نہیں بلکہ یہ ان بنیادی مفروضات پر سوال اٹھاتا ہے جن پر روایتی تحقیق استوار ہے۔ کلاسیکی اردو ادب کے لیے یہ میدان خاص اہمیت رکھتا ہے۔ اس میدان میں متن کو محض پڑھنے کے علاوہ اسے گنا جاتا ہے، نقشہ بنایا جاتا ہے، اور نیٹ ورک کے ذریعے تجزیہ کیا جاتا ہے۔ یہ تمام طریقے روایتی تنقید کے ساتھ مل کر نئے معنی کو جنم دے سکتے ہیں۔ اردو ادب کے میدان میں ڈیجیٹل ہیومنیشیز کا چیلنج یہ ہے کہ اس کے ٹولز بنیادی طور پر مغربی زبانوں کے لیے بنائے گئے ہیں اور ان کو نستعلیق رسم الخط کے لیے ڈھالنے کا کام ابھی نامکمل ہے۔ تاہم گزشتہ دہائی میں اس سلسلے میں قابل ذکر پیش رفت ہوئی ہے اور ریختہ جیسے اداروں نے یہ ثابت کیا ہے کہ اردو ادب کی ڈیجیٹل ہیومنیشیز ممکن ہے۔ اس میدان میں آگے بڑھنے کے لیے مشرقی اور مغربی تحقیقی روایتوں کے درمیان مکالمے کی اشد ضرورت ہے۔ غالب کا کلام اس تجربے کے لیے ایک مثالی متن ہے کیونکہ اس کی کثیر المعنویت ڈیجیٹل تجزیے کے نئے پہلوؤں کو اجاگر کرتی ہے۔

لابریری آف کانگریس کے ماہر ٹریور اوون (2) نے اپنی کتاب میں اہم مخطوطوں، کتب اور دیگر مواد کے ڈیجیٹل تحفظ کو ایک ایسا فن قرار دیا ہے جس کا تکنیکی مہارت کے ساتھ علمی بصیرت کا حامل ہونا بھی ضروری ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ ڈیجیٹل تحفظ کے لیے ایسے ماہرین کی ضرورت ہے جو اس کام کے مسائل کو ان کے اصل سیاق میں سمجھ کر اپنا طریقہ کار وضع کریں جو کسی بھی مجموعے کے مادی، تصوراتی اور تکنیکی تقاضوں سے ہم آہنگ ہو۔ اوون کا یہ نقطہ نظر اس لیے اہم ہے کہ وہ ڈیجیٹل تحفظ کو محض ایک تکنیکی کام نہیں بلکہ ایک ذمہ داری کے طور پر دیکھتے ہیں۔ ان کے مطابق ہر

مجموعے کی اپنی نوعیت اور ضروریات ہوتی ہیں اور کوئی ایک حل سب کے لیے موزوں نہیں ہو سکتا۔ غالب کے مخطوطات کے معاملے میں بھی یہی بات صادق آتی ہے — نستعلیق خط کی پیچیدگی، حواشی کی اہمیت، اور مختلف کاتبوں کے اسالیب کو مد نظر رکھنا ضروری ہے۔ اوون کی کتاب ڈیجیٹل تحفظ کو ایسا ہنر قرار دیتی ہے جو تجربے اور سمجھ دونوں کا متقاضی ہے۔ نیز اردو مخطوطات کے تحفظ کے لیے ایسے ماہرین کی ضرورت ہے جو اس ہنر کے ساتھ ساتھ زبان و ادب کی بھی گہری سمجھ رکھتے ہوں۔ وہ (3) مزید کہتے ہیں کہ ڈیجیٹل تحفظ کا فن نہ صرف ماضی کی بنیادوں پر استوار ہے.... بلکہ بیک وقت یہ مستقبل بینوں کا کام بھی ہے۔ یہ جملہ ڈیجیٹل تحفظ کی اس خصوصیت کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ یہ کام ماضی کے سرمائے کو سنبھالنے کے ساتھ ساتھ آنے والی نسلوں کے لیے راستے بھی کھولتا ہے۔ غالب کے مخطوطات کا ڈیجیٹل تحفظ اس دہری ذمہ داری کا عملی مظہر ہے — ایک طرف وہ ان نادر دستاویزات کو فنا سے بچاتا ہے اور دوسری طرف انہیں مستقبل کے محققین کے لیے قابل استفادہ بناتا ہے۔ اردو ادب کی ڈیجیٹل بازیافت کے لیے یہ نقطہ نظر خاص طور پر اہم ہے کیونکہ اردو مخطوطات اکثر ایسے خطرات سے دوچار ہیں جن سے مغربی زبانوں کے مخطوطات محفوظ ہیں۔ درجہ حرارت، نمی، اور بے توجہی نے بہت سے اہم متون کو پہلے ہی ضائع کر دیا ہے — ڈیجیٹل تحفظ اس نقصان کو روکنے کی آخری امید ہے۔

ان (4) کا یہ بیان غالب کی ڈیجیٹل بازیافت کے تناظر میں خاص معنی رکھتا ہے — کیونکہ یہ کام ماضی کی جڑوں سے جڑا ہوا ہے اور مستقبل کے قارئین کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ غالب کا کام واقعتاً اس دہرے تعلق کا اظہار ہے — یہ انیسویں صدی کی دہلی کی مخصوص مٹی سے جنم لیتا ہے اور اکیسویں صدی کے قاری سے بھی بات کرتا ہے۔ ڈیجیٹل بازیافت کا کام اسی ربط کو قائم رکھنے کی کوشش ہے۔ لیکن یہ ربط تبھی قائم رہ سکتا ہے جب ڈیجیٹل تحفظ کا کام محض تصویر سازی تک محدود نہ رہے بلکہ تشریح اور سیاق بھی فراہم کرے۔ ایک ڈیجیٹل آرکائیو جو صرف اسکین محفوظ کرے اور متن کی تفہیم کا کوئی ذریعہ نہ دے، وہ ماضی کو محفوظ کرتا ہے لیکن مستقبل کے لیے کارآمد نہیں بنتا۔ اسی لیے ڈیجیٹل تحفظ اور ڈیجیٹل تشریح دونوں لازم و ملزوم ہیں۔

اردو ادب کی ڈیجیٹائزیشن ایک اضافی تکنیکی پیچیدگی کی حامل ہے — نستعلیق رسم الخط کے لیے او۔ سی۔ آر یعنی ایسی ٹیکنالوجی جس سے کمپیوٹر تصویر، اسکین شدہ صفحے یا کتاب میں موجود لکھائی کو پڑھ کر اسے قابل تدوین متن میں بدل دیا جاتا ہے، ابھی تک ناکافی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قدیم مطبوعہ متون کی خود کار ڈیجیٹائزیشن میں کثیر غلطیاں در آتی ہیں۔ ریختہ جیسے اداروں نے اس مشکل سے نمٹنے کے لیے مشینوں سے خود کار اسکین کے بعد پروف ریڈنگ اور متن کی درستی کے لیے انسانی ادارت پر انحصار کیا ہے — یہ طریقہ بلاشبہ وقت طلب ہے لیکن اس سے متن کی صحت کو برقرار رکھنے میں معاون ثابت ہوتا ہے۔ دراصل مسئلہ یہ ہے کہ خط نستعلیق کے لیے موجودہ او سی آر ٹیکنالوجی کی کامیابی کی شرح

لاطینی رسم الخط سے نسبتاً لگا نہیں کھاتی۔ یہ اس لیے ہے کہ نستعلیق کے حروف کا جزاؤ اسے مشینی خواندگی کے لیے انتہائی پیچیدہ بنادیتا ہے۔ ریختہ نے اس چیلنج سے نمٹنے کے لیے ایک ایسا نظام وضع کیا ہے جس میں مشین اور انسان دونوں مل کر کام کرتے ہیں۔ غالب کے مخطوطات کی خوشنویسی کا معاملہ اور بھی پیچیدہ ہے کیونکہ مختلف کاتبوں کے اسالیب الگ الگ ہیں اور ان کی خود کار شناخت ابھی تک ممکن نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ غالب کے مخطوطات کی مکمل اور درست ڈیجیٹلائزیشن کے لیے ابھی بہت کام باقی ہے۔

تقسیم ہند کے بعد غالب کا علمی ورثہ پاکستان اور ہندوستان کے درمیان جغرافیائی طور پر بٹ گیا۔ دونوں طرف کے اداروں نے اپنے اپنے نقطہ نظر سے اسے محفوظ کر کے پیش کیا۔ ڈیجیٹل فضا نے مشترک علمی میدان فراہم کیا ہے جہاں پاکستانی اور ہندوستانی — بلکہ یورپی محقق ایک ہی متن پر ایک ساتھ کام کر سکتے ہیں۔ یہ تقسیم محض جغرافیائی نہیں تھی — اس نے غالب کے مطالعے کی روایت کو بھی دو الگ دھاروں میں بانٹ دیا۔ پاکستان میں غالب کو اردو ادب کی بنیاد کے طور پر دیکھا گیا اور ہندوستان میں ان کی تکثیری شناخت پر زور دیا گیا۔ ڈیجیٹل فضا نے پہلی بار اس امکان کو حقیقت میں بدلا ہے کہ دونوں روایتوں کا سنجیدہ مکالمہ ہو سکے۔ تاہم یہ مکالمہ خود بخود نہیں ہوگا — اس کے لیے ادارہ جاتی سطح پر ارادی کوشش کی ضرورت ہے۔ سیاسی اختلافات علمی اشتراک میں رکاوٹ نہیں بننے چاہئیں کیونکہ غالب کا ادبی ورثہ پوری اردو دنیا کی مشترک میراث ہے۔

ڈیجیٹل عہد میں غالب کی علمی بازیافت کا سب سے نمایاں واقعہ اصل نسخہ حمید کی ڈیجیٹل نقل بہم پہنچانا ہے۔ اصطلاح میں اسے ڈیجیٹل فیکسمائل کہا جاتا ہے یعنی کسی کتاب، مخطوطے یا دستاویز کی ایسی نقل جو کمپیوٹر میں محفوظ ہو اور بالکل اصل جیسی دکھائی دے۔ ڈیجیٹل فیکسمائل کی یہ اصطلاح محض تکنیکی نہیں — یہ ایک ایسے نئے رشتے کی علامت ہے جو محقق اور متن کے درمیان قائم ہوتا ہے۔ جب نسخہ حمید کا ہر صفحہ زوم کر کے دیکھا جاسکتا ہو اور ہر حاشیہ کو پڑھا جاسکتا ہو تو یہ تجربہ اصل نسخے کے قریب تر ہو جاتا ہے۔ اس ڈیجیٹل نقل کی اشاعت نے دنیا بھر کے محققین کو ایک ہی خزانے تک بیک وقت رسائی دی — یہ اردو مخطوطات کی دنیا میں ایک انقلابی قدم تھا۔ ڈیجیٹل فیکسمائل کا تصور یہ بھی یاد دلاتا ہے کہ اصل اور نقل کا فرق ڈیجیٹل دور میں نئے معنی اختیار کر لیتا ہے۔ نسخہ حمید کا یہ مخطوطہ ۱۸۲۱ء میں حافظ معین الدین نے لکھا تھا اور ریاست بھوپال کی حمید لاہری میں ۱۹۱۸ء میں دریافت ہوا۔ ممتاز غالب شناس مہر افشاں فاروقی نے اس کی تاریخی اہمیت بیان کرتے ہوئے لکھا کہ ۱۹۱۸ء میں غالب کے انتقال کے تقریباً پچاس سال بعد بھوپال کی ریاست کی حمید لاہری میں ایک ایسا مخطوطہ دریافت ہوا جو بلاشبہ اس عظیم شاعر کا دیوان تھا۔ کتاب پر درج تحریر سے پتہ چلتا ہے کہ یہ ۱۲۳۷ ہجری (بمطابق ۱۸۲۱ء) میں حافظ معین الدین (5) نے لکھا۔ یہ مخطوطہ نہ صرف غالب کے ادبی

ارتقا کا مطالعہ کرنے کا موقع دیتا ہے بلکہ ان کی شاعرانہ سوچ اور انتخاب کے عمل کو بھی سامنے لاتا ہے۔ جب ہم دیکھتے ہیں کہ غالب نے کن اشعار کو حتمی دیوان میں رکھا اور کنہیں خارج کیا، تو ان کی جمالیاتی ترجیحات کا ایک نقشہ ابھرتا ہے۔ حمید یہ لا بیری کا یہ نسخہ بھوپال کی وہ ادبی روایت بھی منعکس کرتا ہے جو غالب کی قدردانی میں ممتاز تھی۔ اس نسخے کی دریافت نے یہ ثابت کیا کہ غالب کا کلام جتنا جانا پہچانا سمجھا جاتا تھا اتنا تھا نہیں۔ ابھی بہت کچھ دریافت ہونا باقی تھا۔ اس نسخے میں غالب کے متداول دیوان کے مقابلے میں دو گنا اشعار ہیں اور ایسے ہاتھ سے لکھے حواشی بھی شامل ہیں جو پہلے کبھی منظر عام پر نہیں آئے تھے۔ یہ (6) نسخہ کم از کم بارہ سال تک غالب کے ذاتی استعمال میں رہا۔ یہ حواشی اس لیے بھی قیمتی ہیں کہ یہ غالب کے اپنے قلم سے لکھے گئے تھے۔ متداول دیوان میں جو اشعار ہیں ان کے ساتھ جب اس نسخے کے زائد اشعار رکھے جائیں تو غالب کی شاعری ایک نئی جہت سامنے آتی ہے۔ اس نسخے کے اشعار بعد کے انتخاب سے زیادہ جرأت مندانہ اور تجربی ہیں۔ یہ بات غالب کی اس شخصیت سے مطابقت رکھتی ہے جو اپنے زمانے سے آگے سوچتے تھے۔ نسخہ حمید یہ اس طرح غالب کو ایک نئی آنکھ سے دیکھنے کا موقع فراہم کرتا ہے۔

نیز تقسیم ہند کی ہنگامہ خیزیوں میں اصل نسخہ گم ہو گیا۔ مولانا تیاغ علی عرشی نے اسے ۱۹۴۴ء میں آخری بار دیکھا تھا اور حامد خاں (7) صاحب نے ۱۹۳۸ء کے اپنے نوٹس کی مدد سے ۱۹۶۹ء میں ایک ایڈیشن ترتیب دیا۔ تقسیم کے دوران بہت سے قیمتی ادبی متون اور مخطوطات اسی طرح گم ہو گئے یا ضائع ہوئے۔ مولانا عرشی کا آخری دیدار اور حامد خاں کے نوٹس اس تاریخی یادداشت کی کوشش ہیں جو ایک نسل نے مستقبل کے لیے چھوڑی۔ یہ واقعہ یہ بھی یاد دلاتا ہے کہ ادبی ورثے کے تحفظ میں محققین کی ذاتی ذمہ داری کتنی اہم ہوتی ہے۔ ڈیجیٹل تحفظ اس طرح کے ضیاع کو روکنے کا جدید ذریعہ ہے۔ جو کام ایک نسخے کے لیے برسوں میں ہوا وہ ڈیجیٹلائزیشن کے ذریعے لمحوں میں ہو سکتا ہے۔ تقریباً پچھتر سال بعد جب یہ نسخہ دوبارہ منظر عام پر آیا تو اس کا تعارف کراتے ہوئے مہر افشاں فاروقی (8) لکھتی ہیں کہ اصل نسخہ حمید یہ کا تقریباً پچھتر سال بعد دوبارہ منظر عام پر آنا دنیا بھر کے غالب شناسوں کے لیے ایک اہم واقعہ ہے۔ اس دوبارہ ظہور نے عالمی غالب شناسی کو ایک نئی توانائی دی۔ فاروقی کا تعارفی مضمون اس نسخے کی نہ صرف تاریخی بلکہ ادبی اہمیت کو بھی واضح کرتا ہے۔ ڈیجیٹل اشاعت نے اس نسخے کو ایک بار پھر گم ہونے سے محفوظ کر لیا۔ اب یہ صرف ایک جگہ موجود نہیں بلکہ دنیا بھر کے سرورز پر محفوظ ہے۔ جو متن تقسیم کی آندھی میں گم ہو گیا تھا وہ ڈیجیٹل روشنی میں واپس آ گیا۔ غالب شناسی کے اس نئے باب کا آغاز ڈیجیٹل عہد کی ایک قابل فخر کامیابی ہے۔ نسخہ حمید یہ کی ڈیجیٹل اشاعت نے غالب شناسی کے لیے ایک نیا دروازہ کھولا ہے۔ اب محققین ان اشعار تک پہنچ سکتے ہیں جو متداول دیوان میں شامل نہیں تھے اور ان حواشی کا مطالعہ کر سکتے ہیں جو غالب نے خود اپنی شاعری پر لکھے۔ یہ دروازہ صرف اشعار تک نہیں بلکہ غالب کی شاعرانہ

تشکیل کے عمل تک بھی کھلتا ہے۔ ادبی تنقید کے لیے یہ خام مواد انتہائی قیمتی ہے کیونکہ اس سے تخلیقی عمل کی جھلک ملتی ہے۔ ان اشعار کا مطالعہ جو غالب نے بعد میں خارج کر دیے، یہ سوال اٹھاتا ہے کہ انہوں نے ایسا کیوں کیا۔ نسخہ حمید یہ کی ڈیجیٹل اشاعت اس طرح تنقیدِ متن کا ایک نیا باب کھولتی ہے۔ یہ باب اردو ادب کی نصابی کتابوں میں ابھی تک وہ مقام نہیں پاسکا جس کا وہ مستحق ہے۔

ریختہ فاؤنڈیشن کا پورٹل جنوری ۲۰۱۳ء میں نئی دہلی میں قائم کیا گیا۔ ریختہ (9) لائبریری پراجیکٹ نے دس سال کے عرصے میں تقریباً دو لاکھ کتابیں ڈیجیٹائز کی ہیں اور اسے دنیا کی سب سے بڑی اردو ادب کی ویب سائٹ تسلیم کیا جاتا ہے۔ ریختہ کی کامیابی اس لیے بھی قابل ذکر ہے کہ اس نے ایک ایسے وقت میں اردو ادب کو آن لائن لایا جب بہت سے لوگ یہ سمجھتے تھے کہ یہ زبان ڈیجیٹل فضا میں جگہ نہیں پاسکتی۔ ریختہ نے صرف اردو کتابوں کو آن لائن نہیں کیا بلکہ ایک پوری ادبی برادری کو ڈیجیٹل فضا میں اکٹھا کر دیا ہے۔ اس پلیٹ فارم کی کامیابی کاراز صرف تعداد میں نہیں بلکہ اس صارف دوست انٹرفیس میں بھی ہے جو اردو کو ایک زندہ اور قابل رسائی زبان کی طرح پیش کرتا ہے۔ ریختہ (10) نے یہ ثابت کیا ہے کہ کلاسیکی ادب اور جدید ٹیکنالوجی کا امتزاج نہ صرف ممکن ہے بلکہ ضروری بھی ہے۔ یہ پلیٹ فارم اردو، ہندی اور رومن رسم الخط میں مواد فراہم کرتا ہے اور اس نے میر تقی میر اور غالب دونوں کا مکمل کلام آن لائن پیش کیا ہے۔ غالب اور میر کا مکمل کلام آن لائن ہونا اردو ادب کی تاریخ میں ایک سنگ میل ہے۔ تاہم رومن اردو میں کلام پڑھنے کا تجربہ اور نستعلیق میں پڑھنے کا تجربہ ایک نہیں ہوتا۔ رسم الخط بھی معنی کا حصہ ہوتی ہے۔ یہ سوال اہم ہے کہ کیا رومن میں پڑھا گیا غالب وہی غالب ہے جو نستعلیق میں پڑھا جاتا ہے۔ ریختہ کا یہ تجربہ دراصل زبان اور رسم الخط کے رشتے پر ایک عملی گفتگو ہے۔ ریختہ (11) کی ایک نمایاں خصوصیت اس کی مربوط اصطلاحی فہرست ہے جو ہر شعر میں موجود مشکل الفاظ کا معنی فوری فراہم کرتی ہے۔ جنوبی ایشیا کے چالیس سے زیادہ مقامات پر پچاسی سے زیادہ اسکینرز کے ذریعے ماہانہ پانچ ہزار کتابیں ڈیجیٹائز کی جاتی ہیں۔ یہ فہرست اس طالب علم کے لیے انتہائی مفید ہے جو غالب کو پہلی بار پڑھ رہا ہو۔ لغوی مدد کے ساتھ ساتھ ریختہ نے صوتی سہولت بھی فراہم کی ہے تاکہ اشعار کو سن کر بھی سمجھا جاسکے۔ تیزی اور درستی کا توازن ہر ڈیجیٹلائزیشن منصوبے کی سب سے بڑی چیلنج ہے۔ ریختہ کا تجربہ بتاتا ہے کہ انسانی ادارت اس توازن کو برقرار رکھنے میں فیصلہ کن کردار ادا کرتی ہے۔ ریختہ (12) ہی کے تحت آموزش نامی ای لرننگ پلیٹ فارم پر ۲۹ ہزار سے زیادہ طلبہ غالب کی شاعری سمجھنے کے آن لائن کورسز سے استفادہ کر چکے ہیں۔ آموزش کی یہ کامیابی اس بات کا ثبوت ہے کہ نوجوان نسل کلاسیکی ادب سے لائق نہیں۔ آن لائن کورس کا ماحول اردو شاعری کو ایک زندہ اور سیکھنے کے قابل علم کے طور پر پیش کرتا ہے۔ یہ عدد اس امید کا اظہار ہے کہ آنے والی نسلوں میں غالب شناس پیدا ہوں گے۔ تاہم یہ دیکھنا ضروری

ہے کہ آن لائن کورس کا طالب علم در سگاہ کے ماحول جتنی گہرائی حاصل کر پاتا ہے یا نہیں۔ ڈیجیٹل تعلیم کی یہ حدود اور امکانات دونوں آموزش جیسے تجربات سے بہتر سمجھ میں آئیں گے۔

فرانسس پریچٹ کا آن لائن تحقیقی منصوبہ ڈیجیٹل عہد میں غالب کی علمی بازیافت کا اہم ذریعہ ہے۔ پروفیسر پریچٹ (13) نے اس منصوبے کا مقصد ان الفاظ میں بیان کی ہے کہ یہ منصوبہ خالص ادبی شوق کے باعث شروع ہوا — یہ بہترین شاعری کو ایک روشن تعمیری فریم ورک سے ملانے اور اسے دنیا میں کہیں بھی کسی کے ساتھ بھی شیئر کرنے کا موقع ہے۔ پریچٹ کا یہ منصوبہ اس لیے بھی منفرد ہے کہ اس نے غالب کے ہر شعر کو ایک آزاد تحقیقی موضوع کے طور پر پیش کیا ہے۔ یہ طریقہ روایتی تشریحی ادب سے بالکل مختلف ہے جہاں عموماً ایک شارح کی رائے غالب آتی ہے۔ پریچٹ کے منصوبے میں ایک ہی شعر پر صدیوں کے مختلف شارحین کی آرا یکجا ہوتی ہیں اور قاری خود فیصلہ کر سکتا ہے۔ یہ تکثیریت جمہوری بھی ہے اور علمی بھی۔ کولمبیا یونیورسٹی کی پشت پناہی نے اس منصوبے کو پائیداری اور عالمی پہچان بھی دی ہے۔ یہاں غالب کے پورے اردو دیوان پر مفصل تاریخی و تنقیدی تبصرہ ہے جس میں شبلی نعمانی، الطاف حسین حالی، بخود دہلوی، بخود موہانی، اور گیان چند جین سمیت متعدد شارحین کی آرا یکجا کی گئی ہیں۔ یہ یکجائی محققین کے لیے ایک بیش قیمت خزانہ ہے۔ شبلی، حالی، اور بخود جیسے شارحین کی اردو آرا کے ساتھ جدید انگریزی تنقید کا موازنہ غالب فہمی کو ایک نیا آفاق دیتا ہے۔ اس منصوبے نے مشرقی اور مغربی تنقیدی روایات کے درمیان ایک پُل کا کام کیا ہے۔ تاہم اردو داں قاری کے لیے ایک خامی یہ ہے کہ منصوبے کا بڑا حصہ انگریزی میں ہے۔ یہی وہ خلا ہے جسے ایک نئے پاکستانی یا ہندوستانی ادارے کو پُر کرنا چاہیے۔ ایکسپریس ٹریبون (14) کے مطابق یہ عظیم آن لائن منصوبہ محض غالب کے دیوان کا ترجمہ نہیں بلکہ معانی کا ایک روشن آرکائیو ہے — ایک زندہ عجائب گھر جہاں صدیوں کے شارحین کی آوازیں یکجا ہوتی ہیں۔ یہ بیان پریچٹ کے منصوبے کی نوعیت کو درست انداز میں بیان کرتا ہے۔ غالب کا یہ آن لائن گھر پریچٹ کی سالہا سال کی محنت کا نتیجہ ہے — ایک انسان کی علمی عشق کی داستان۔ اس منصوبے سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ ڈیجیٹل علمی کام کے لیے بڑے ادارے ہمیشہ ضروری نہیں — ایک محقق کی لگن بھی یادگار تخلیق کر سکتی ہے۔

اسی طرح ہندوستان میں غالب انسٹی ٹیوٹ (15) ڈاکٹر ذاکر حسین کی سرپرستی میں قائم کی گئی کمیٹی کی کوشش کا نتیجہ ہے اور یہ ۱۹۷۱ء میں باقاعدہ قائم ہوا۔ اس ادارے کا ششماہی تحقیقی جریدہ غالب نامہ اپنے میدان میں خاصی شہرت رکھتا ہے۔ ادارے کی لائبریری میں نادر مخطوطات اور اہم تحقیقی اشاعتیں موجود ہیں۔ سالانہ بین الاقوامی سیمینار دسمبر میں منعقد ہوتا ہے اور غالب ایوارڈ، اردو نثر، شاعری، تنقید اور ڈراما کے شعبوں میں دیا جاتا ہے جسے علمی دنیا میں اہم مقام حاصل ہے۔ ادارے کی پچاس سال سے زائد کی تاریخ یہ ظاہر کرتی ہے کہ غالب شناسی کو محض تقریبات تک محدود

نہیں رکھا گیا۔ غالب نامہ جیسے تحقیقی جریدے کی اشاعت اس ادارے کی علمی وابستگی کا ثبوت ہے۔ بین الاقوامی سیمینارز نے محققین کو ایک پلیٹ فارم دیا ہے جہاں نئی تحقیق سامنے آتی ہے۔ غالب ایوارڈ نے ادب کی مختلف اصناف میں تخلیقی کام کو تسلیم کر کے غالب کو زندہ الہام کا ذریعہ بنائے رکھا ہے۔ یہ ادارہ آج بھی غالب شناسی کی روایت کو آگے بڑھا رہا ہے۔ غالب اکادمی (16)، حکیم عبدالحمید نے ۱۹۶۹ء میں قائم کی اور سابق ہندوستانی صدر ڈاکٹر ذاکر حسین نے غالب صدی کے موقع پر ۲۲ فروری ۱۹۶۹ء کو باقاعدہ اس کا افتتاح کیا۔ اکادمی میں ایک عجائب گھر، تحقیقی لائبریری، آرٹ گیلری، آڈیو ٹیم اور خطاطی کامپیوٹرائزڈ تربیتی مرکز موجود ہے۔ یہ ادارہ غالب کی حویلی کے قریب واقع ہے اور اس طرح تاریخی سیاق اور ادبی ورثے کے درمیان ایک جسمانی رشتہ قائم کرتا ہے۔ عجائب گھر میں غالب سے متعلق نوادرات اس عظیم شاعر کی زندگی کو مجسم کر کے پیش کرتے ہیں۔ آرٹ گیلری غالب کی شاعری کو بصری فنون سے جوڑتی ہے۔ کمپیوٹرائزڈ خطاطی کام مرکز جدید اور روایت کا ایک خوبصورت سنگم ہے۔ یہ سہولتیں مل کر اکادمی کو ثقافتی مرکز کا درجہ دیتی ہیں۔ غالب اکادمی سے ششماہی ادبی جریدہ جہاں غالب شائع ہوتا ہے اور اس اکادمی کا اردو کورس دہلی یونیورسٹی سے منظور شدہ ہے۔ جہاں غالب کا اجرا اس بات کی علامت ہے کہ ادارہ ادبی مکالمے کو جاری رکھ رہا ہے۔ دہلی یونیورسٹی سے منظور شدہ اردو کورس نے اردو کورس تعلیمی نظام سے جوڑا ہے۔ غالب اکادمی کی ڈیجیٹل موجودگی ضروری ہے تاکہ اس کا مواد دنیا بھر تک پہنچ سکے۔ جہاں غالب اگر آن لائن دستیاب ہو تو اس کا دائرہ بہت وسیع ہو سکتا ہے۔ یہ ڈیجیٹل منتقلی اب غالب شناسی کے ہر ادارے کے لیے ناگزیر ہے۔

برٹش لائبریری (17) کے تحت پرانی، نایاب اور ضائع ہونے کے خطرے سے دوچار دستاویزات اور مخطوطات کو محفوظ کیا جاتا ہے۔ اسی کے تحت کراچی کے ادارہ یادگار غالب کی اردو کتب اور ادبی جرائد کو ڈیجیٹائز کیا گیا جو ۱۸۰۵ء سے ۱۹۳۷ء تک کے عہد پر محیط ہیں۔ یہ منصوبہ اس لیے بھی اہم ہے کہ یہ برصغیر کے باہر ایک ادارے کی طرف سے اردو ادب کو محفوظ کرنے کی کوشش ہے۔ برٹش لائبریری کا یہ اقدام اس بات کی یاد دہانی بھی ہے کہ نوآبادیاتی دور میں جو مواد اکٹھا کیا گیا وہ اہم اردو ورثہ ہے۔ یہ تضاد تاریخی ہے لیکن اس سے فائدہ اٹھانا ضروری ہے۔ اس منصوبے سے سبق ملتا ہے کہ ادبی ورثے کا تحفظ ایک مشترک انسانی ذمہ داری ہے۔ اس مجموعے میں پانچ اردو جرائد کی ڈیجیٹل تصاویر شامل ہیں جن میں تاریخ، مذہب، شاعری، سماجی مسائل، تنقید اور خواتین کا ادب شامل ہے۔ اصل مواد ادارہ یادگار غالب کراچی (18) کی تحویل میں ہے۔ ان جرائد کا مطالعہ اس دور کی سماجی، ادبی اور سیاسی فضا کو سمجھنے کا براہ راست ذریعہ ہے۔ خواتین کا ادب شامل ہونا خاص طور پر اہم ہے کیونکہ یہ ان آوازوں کو محفوظ کرتا ہے جو مرکزی ادبی روایت میں جگہ

نہیں پاسکیں۔ دوہری حفاظت مثالی ہے کیونکہ صرف ڈیجیٹل نقل پر انحصار بھی خطرناک ہو سکتا ہے۔ یہ ذخیرہ محققین کے لیے ابھی کافی حد تک نادر یافت ہے اور اس پر کام کی گنجائش بہت زیادہ ہے۔

غالب کی ڈیجیٹل بازیافت صرف متن تک محدود نہیں — غالب (19) کے ذاتی اور آرکیٹیکچرل ورثے کو بھی ڈیجیٹل ذرائع سے زندہ رکھا جا رہا ہے۔ غالب کی حویلی، بلی ماراں، چاندنی چوک، پرانی دہلی — یہ وہ مقام ہے جہاں غالب نے اپنی زندگی کے آخری دس سال گزارے۔ ۱۹۹۹ء میں حکومتِ دہلی نے اسے بحال کیا اور ۲۷ دسمبر ۲۰۰۰ء کو غالب کی سالگرہ پر اسے مستقل یادگاری عجائب گھر کے طور پر کھولا گیا۔ حویلی اس لیے اہم ہے کہ یہ وہ مقام ہے جہاں ۱۸۵۷ء کی تباہی کے بعد بھی غالب زندہ رہے اور لکھتے رہے۔ یہ عمارت محض پتھر اور گارے کی نہیں بلکہ تاریخی یادداشت کی بنیاد ہے۔ لیکن ڈیجیٹل ٹور اس سے آگے جاتا ہے — یہ ان لوگوں کو بھی یہ حویلی دکھاتا ہے جو دہلی نہیں جاسکتے۔ جسمانی ورثہ اور ڈیجیٹل رسائی مل کر غالب کی یادگار کو واقعی عالمی بناتی ہیں۔ دہلی کا محکمہ آثارِ قدیمہ ایک تین سو ساٹھ ڈگری ورچوئل ٹور فراہم کرتا ہے جس کے ذریعے دنیا میں کہیں سے بھی غالب کی حویلی کا ڈیجیٹل دورہ کیا جاسکتا ہے۔ دہلی کے محکمہ فنون، ثقافت اور زبان (20) نے باقاعدہ اعلان کیا ہے کہ اس ورچوئل ٹور کو مزید وسعت دی جائے گی۔ ۳۶۰ ڈگری ٹور کی سہولت اس اعتبار سے جدید تجربہ ہے کہ ناظر خود فیصلہ کرتا ہے کہ کمرے کے کس حصے کو دیکھنا چاہتا ہے۔ ورچوئل ٹور اس لیے بھی اہم ہے کہ یہ وہ لوگ بھی کر سکتے ہیں جو معذوری یا صحت کی وجہ سے جسمانی دورہ نہیں کر سکتے۔ تاہم ورچوئل تجربہ اور حقیقی جگہ پر کھڑے ہونے کا تجربہ ایک نہیں ہوتا۔ یہ اقدام ثقافتی ورثے کو ڈیجیٹل شکل میں محفوظ کرنے کی ایک اہم مثال ہے جہاں یادگار عمارات اور ڈیجیٹل رسائی ایک دوسرے کی تکمیل کرتے ہیں۔ ثقافتی ورثے کو ڈیجیٹل شکل میں محفوظ کرنے کے سلسلے کی ایک اور اہم کڑی غالب کی نثر ہے — خاص طور پر فارسی روزنامہ دستنبو اور اردو خطوط۔ مرزا غالب (21) نے ۱۸۵۷ء کی بغاوت کے دوران ۱۱ مئی ۱۸۵۷ء سے یکم اگست ۱۸۵۸ء تک ایک روزنامہ لکھا جو دستنبو کے نام سے مشہور ہے۔ یادگار عمارات اکثر زائرین تک محدود رہتی ہیں لیکن ڈیجیٹل رسائی انہیں لامحدود سامعین تک پہنچا دیتی ہے۔ غالب کی حویلی کا ورچوئل ٹور اگر تشریحی مواد کے ساتھ ہو تو یہ تعلیم کا ذریعہ بھی بن جاتا ہے۔ یہ اقدام ثابت کرتا ہے کہ ثقافتی ورثے کے تحفظ میں سرکاری اداروں کا کردار ناگزیر ہے۔ غالب کی حویلی کا ڈیجیٹل سفر ثقافتی جمہوریت کی ایک مثال بن جاتا ہے۔

غالب (22) نے اپنے خطوط میں دہلی کے لوگوں پر برطانوی فوج کے ظلم کی عکاسی کی ہے جو تاریخ کا ایک انمول ذریعہ ہے۔ غالب کے یہ خطوط اردو نثر کی تاریخ میں بھی اہم مقام رکھتے ہیں۔ ۱۸۵۷ء کے واقعات کا ذکر خطوط میں اتنا جیتا جاگتا ہے کہ قاری کو لگتا ہے وہ خود اس دور میں موجود ہے۔ یہ تاریخی گواہی اس لیے بھی بے مثال ہے کہ غالب نے

برطانوی راج کے سائے میں بھی سچ لکھنے کی ہمت رکھی۔ ان خطوط کی ڈیجیٹل دستیابی نے تاریخ دانوں اور ادب شناسوں دونوں کے لیے ایک انمول ذریعہ فراہم کیا ہے۔ غالب کے خطوط پر مزید تحقیق کی ضرورت ہے کیونکہ ان میں بہت کچھ ابھی تک تشریح طلب ہے۔ اردو کے معروف محقق گوپی چند نارنگ (23) کے بقول اگر غالب کی ۱۸۵۷ء کے بارے میں اصل رائے جاننا ہو تو صرف دستنبو کافی نہیں — خطوط کو بھی ساتھ پڑھنا ضروری ہے کیونکہ خطوط ایک مختلف کہانی بیان کرتے ہیں۔ دستنبو میں غالب کا ایک چہرہ ہے — محتاط، فارسی کے پردے میں بات کرنے والا — اور خطوط میں دوسرا چہرہ ہے — بے تکلف اور درد مند۔ ان دونوں چہروں کو اکٹھا دیکھنا غالب کی شخصیت کی پیچیدگی کو سمجھنے میں مدد دیتا ہے۔ ڈیجیٹل فضا نے ان دونوں متون کو بیک وقت قابل رسائی بنا کر ایسے تقابلی مطالعے کو ممکن کیا ہے جو پہلے بہت مشکل تھا۔ محقق اب ایک براؤزر میں دستنبو کھول سکتا ہے اور دوسرے میں خطوط۔ دستنبو اور غالب کے خطوط آج انڈین کلچر پورٹل پر دستیاب ہیں — یہ وزارت ثقافت، حکومت ہند کا منصوبہ ہے جو آئی آئی ٹی بمبئی (24) نے تیار کیا ہے۔ آئی آئی ٹی بمبئی کا یہ منصوبہ ثابت کرتا ہے کہ ٹیکنالوجی کے ادارے بھی ادبی ورثے کے تحفظ میں سنجیدہ کردار ادا کر سکتے ہیں۔ غالب کے حوالے سے جمع کیا گیا ڈیجیٹل مواد اگر منظم اور تشریحی ہو تو یہ پورٹل ایک مکمل تحقیقی مرکز بن سکتا ہے۔ سرکاری اداروں کی یہ کوشش قابل ستائش ہے اور اسے مزید وسعت دینے کی ضرورت ہے۔ ریختہ پر بھی دستنبو کا انگریزی ترجمہ بطور ای بک دستیاب ہے۔ (25) ریختہ کا یہ اقدام غالب کی نثر کو اس کی شاعری کے برابر توجہ دیتا ہے۔ غالب کی نثر اور شاعری کو ایک دوسرے کی روشنی میں پڑھنا ان کی شخصیت کو سمجھنے کا سب سے جامع طریقہ ہے۔ تاہم ترجمے کے ساتھ اصل متن تک بھی رسائی فراہم کرنا ضروری ہے۔

ڈیجیٹل عہد میں غالب کی بازیافت کا ایک اہم پہلو موسیقی اور صوتی تجربے کا ڈیجیٹل پھیلاؤ ہے۔ غالب کی غزلوں کو مہدی حسن، جگجیت سنگھ، بیگم اختر، ملکہ نور جہاں، اقبال بانو، فریدہ خانم، اور غلام علی نے گایا ہے۔ ہندوستان میں جگجیت سنگھ (26) کو غالب کی گائیکی پر ساہتیہ اکادمی ایوارڈ دیا گیا جو کہ غالب کے کلام کو مقبول بنانے پر تھا۔ ڈیجیٹل فیکسمائل کی یہ اصطلاح محض تکنیکی نہیں — یہ ایک ایسے نئے رشتے کی علامت ہے جو محقق اور متن کے درمیان قائم ہوتا ہے۔ جب نسخہ حمید یہ کا ہر صفحہ زوم کر کے دیکھا جاسکتا ہو اور ہر حاشیے کو پڑھا جاسکتا ہو تو یہ تجربہ اصل نسخے کے قریب تر ہو جاتا ہے۔ اس ڈیجیٹل نقل کی اشاعت نے دنیا بھر کے محققین کو ایک ہی خزانے تک بیک وقت رسائی دی — یہ اردو مخطوطات کی دنیا میں ایک انقلابی قدم تھا۔ ڈیجیٹل فیکسمائل کا تصور یہ بھی یاد دلاتا ہے کہ اصل اور نقل کا فرق ڈیجیٹل دور میں نئے معنی اختیار کر لیتا ہے۔

انھوں (27) نے ۱۹۸۸ء میں ٹی وی سیریل مرزا غالب کے لیے تمام نغے ترتیب دیے اور گائے۔ یہ ٹی وی سیریل اردو ادب کو عوامی ذرائع ابلاغ سے جوڑنے کا ایک کامیاب تجربہ تھا۔ جگجگت سنگھ کی آواز نے غالب کے کلام کو ایک نئی جذباتی گہرائی دی۔ یوٹیوب پر اس سیریل کے اقساط آج بھی لاکھوں بار دیکھے جا چکے ہیں۔ یہ سیریل اس بات کی مثال ہے کہ ادبی مواد کو جب مناسب فنی پیکیج میں پیش کیا جائے تو اس کی مقبولیت دیر پا ہوتی ہے۔ اسپاٹی فائی اور یوٹیوب (28) جیسی ڈیجیٹل اسٹریمنگ سروسز پر غالب کی غزلوں کے مجموعے دنیا بھر کے سامعین تک پہنچ رہے ہیں۔ ان سروسز کی اگلوں تھم طے کرتی ہے کہ کون سی غزل کس سامع تک پہنچے۔ اس صوتی ورثے کا تحفظ بھی اتنا ہی ضروری ہے جتنا مٹی ورثے کا تحفظ اہم ہے۔

ایم سید عالم (29) کا طنزیہ ڈرامہ ۱۹۹۷ء سے اب تک پانچ سو نو اسی مرتبہ پیش کیا جا چکا ہے اور اس کے ہر نئے ورژن میں انسٹا گرام اور ڈیجیٹل میڈیا کے موضوعات شامل ہو گئے ہیں۔ یہ ڈرامہ غالب کو ایک مجسم شخصیت کے طور پر آج کے دور میں لے آتا ہے۔ یہ طنزیہ انداز غالب کے اپنے اسلوب سے مطابقت رکھتا ہے جو ہمیشہ زمانے پر طنز کا ہتھیار استعمال کرتے تھے۔ اس ڈرامے کا ڈیجیٹل پھیلاؤ غالب کی ادبی موجودگی کو تھیرے باہر بھی لے گیا ہے۔

البتہ سوشل میڈیا کی اس مقبولیت کا ایک منفی پہلو یہ ہے کہ غالب کے اشعار اکثر سیاق سے کاٹ کر اور غلط نسبت کے ساتھ وائرل ہوتے ہیں جو ان کے اصل معنوی نظام سے مطابقت نہیں رکھتا۔ ایک غلط شعر جب کسی مشہور صفحے پر وائرل ہو جاتا ہے تو اسے درست کرنا تقریباً ناممکن ہو جاتا ہے۔ ڈیجیٹل خواندگی کے بغیر یہ مسئلہ حل نہیں ہو گا۔ یہ علمی اداروں اور تعلیمی نظام دونوں کے لیے ایک چیلنج ہے جس سے آنکھ نہیں موڑی جاسکتی۔ ڈیجیٹل عہد کا سب سے جدید پہلو غالب کے کلام پر مصنوعی ذہانت اور نیچرل لینگویج پروسسنگ کا اطلاق ہے۔ این ایل پی کے محقق ادے کا ماتھ (30) نے ریختہ اور پریچٹ کے کام سے ماخوذ غالب کی ۲۳۴ غزلوں کا کارپس بنا کر مختلف کمپیوٹیشنل تجزیے کیے۔ ورڈ فریکوینسی اینالیسس سے سامنے آیا کہ دل، گل، سر، مے، غم، رنگ، شوق جیسے الفاظ غالب کے یہاں سب سے زیادہ استعمال ہوئے ہیں۔ این ایل پی کے یہ تجربات غالب شناسی میں ایک نئی جہت کا اضافہ کرتے ہیں لیکن یہ روایتی تنقیدی طریقوں کا بدیل نہیں بن سکتے۔ کمپیوٹیشنل تجزیہ بڑے پیمانے پر نمونے دکھاتا ہے لیکن انہیں تشریح کی ضرورت ہوتی ہے۔ مستقبل میں اردو کے لیے خصوصی این ایل پی ماڈل بنانے کی ضرورت ہے جو زبان کی پیچیدگیوں کو بہتر طریقے سے سنبھال سکیں۔

غالب اور اقبال (31) کی شاعری کے مخطوطات کی تصاویر سے ۲۸۸۸ تصاویر پر مشتمل ایک ڈیٹا سیٹ تیار کیا گیا جن میں یوٹیوب کو ڈائریکٹرز شامل ہیں — اسی آر کی خود کار ترقی کے لیے یہ ایک بنیادی قدم ہے۔ ۲۸۸۸ تصاویر ایک شروعات ہے لیکن مکمل کارپس کے لیے اس سے کہیں زیادہ مواد کی ضرورت ہوگی۔ دونوں کے اسالیب خطاطی کا فرق

مشین کو مختلف اسکرپٹ پیٹرن پہچاننے میں مدد دیتا ہے۔ یہ تحقیق پاکستانی اور ہندوستانی جامعات کے اشتراک کا نتیجہ ہو سکتی ہے۔ ایک اور تحقیق میں مشین لرننگ (32) کے ذریعے اردو غزل میں شاعر کی شناخت کا مسئلہ حل کرنے کی کوشش کی گئی — پندرہ شعرا کے ۱۷ ہزار ۱۶۰۹ اشعار پر مشتمل ڈیٹا سیٹ سے یہ کام کیا گیا۔ شاعر شناخت کا یہ مسئلہ عملی اہمیت کا حامل ہے کیونکہ سوشل میڈیا پر غلط نسبت کے واقعات بہت عام ہیں۔ مستقبل میں ایسے ٹولز بنانے کی ضرورت ہے جو عام صارف بھی کسی شعر کی نسبت تصدیق کے لیے استعمال کر سکے۔ لمز (لاہور یونیورسٹی آف مینجمنٹ سائنسز) کے جریدے بنیاد (33) میں شائع تحقیقی مضمون میں استدلال کیا گیا کہ مصنوعی ذہانت کو اردو کا صحیح ذخیرہ الفاظ دیا جائے ذمہ دارانہ استعمال کی رہنمائی کی جائے — تاکہ یہ اردو ادبی اظہار کے لیے ایک محرک بن سکے، نہ کہ خطرہ۔ اردو کے ذخیرہ الفاظ کی تعمیر ایک ایسا کام ہے جو بیک وقت ادبی اور تکنیکی ہے۔ بنیاد جیسے معیاری جریدے میں اس موضوع کا آنا ظاہر کرتا ہے کہ اردو اکادمیا مصنوعی ذہانت کو سنجیدگی سے لے رہی ہے۔ یہ بحث ابھی ابتدائی مرحلے میں ہے اور آنے والے برسوں میں اس کی ضرورت اور بھی بڑھے گی۔

یاد رہے کہ چیٹ جی پی ٹی جیسے مصنوعی ذہانت کے ٹولز اکثر ایسے ذرائع کا حوالہ دیتے ہیں جن کا وجود ہی نہیں — جیسا کہ theghalibproject.com جو حقیقت میں موجود نہیں۔ یہ ایک نئی قسم کا خطرہ ہے جو غالب شناسی کے معیار کو متاثر کرتا ہے۔ جعلی حوالہ جات کا مسئلہ تمام علمی شعبوں میں مصنوعی ذہانت کے بے احتیاط استعمال کا نتیجہ ہے۔ مصنوعی ذہانت کے ٹولز کو استعمال کرنے کا طریقہ سکھانا آج کی درس گاہ کی ذمہ داری ہے۔ غالب شناسی میں اس مسئلے کا ادراک ایک ضروری قدم ہے۔

سوشل میڈیا کے اس دور میں اشعار کی نسبت کا مسئلہ بہت اہمیت اختیار کر گیا ہے۔ بے شمار اشعار غلط نسبت کے ساتھ وائرل ہوتے ہیں — کبھی دوسرے شعرا کے اشعار غالب کے نام لگا دیے جاتے ہیں، کبھی مصرعوں میں تحریف ہو جاتی ہے۔ ٹریور اووز (34) نے لکھا ہے کہ میچنل تحفظ سے متعلق تقریباً تمام سوالات کا جواب یہی ہے کہ 'یہ سیاق پر منحصر ہے'۔ اور یہی ابہام غالب کے متن کی صحت کے لیے خطرے کا باعث ہے۔ کبھی کبھی تحریف بے ارادہ ہوتی ہے — کوئی یاد سے شعر لکھتا ہے اور کچھ الفاظ بدل جاتے ہیں۔ ریختہ اور پریچٹ جیسے مستند ذرائع کو مقبول بنانا اس مسئلے کا ایک حل ہے۔ علمی اداروں کو ایسی سلیکیشنز بنانی چاہئیں جو فوری اور قابل اعتماد تصدیق فراہم کریں۔ یہ کام تکنیکی اور علمی دونوں سطحوں پر ہونا چاہیے۔ غالب کی شاعری میں ابہام، ابہام، اور کثیر المعنویت ایسی خصوصیات ہیں جو کسی دوسری زبان میں مکمل طور پر منتقل نہیں ہو سکتیں۔ پریچٹ (35) نے خود اس مشکل کا اعتراف کیا ہے کہ غالب کے بہت سے اشعار ایسے الجھے ہوئے تار ہیں جن کی کوئی ایک حتمی تفسیر ممکن نہیں۔ ابہام اور ابہام صرف لسانی تکنیکیں نہیں بلکہ ایک

فلسفیانہ رویے کی علامت ہیں۔ جب ایک شعر انگریزی میں ترجمہ ہوتا ہے تو یہ تکثیریت اکثر ایک واحد معنی میں سمٹ جاتی ہے۔ ڈیجیٹل عہد میں کثیر المعنی متون کے لیے ایسے پلیٹ فارمز کی ضرورت ہے جو متعدد تشریحیں بیک وقت پیش کر سکیں۔ غالب کی شاعری اسے ترجمے کی نہیں بلکہ وسیع تر تشریحی ڈھانچے کی ضرورت بتاتی ہے۔

جنوبی ایشیا کے وہ علاقے جہاں انٹرنیٹ کی رسائی محدود ہے وہاں یہ تمام ڈیجیٹل وسائل عملاً ناقابل استفادہ ہیں۔ پاکستان (36) میں ۵۷ فیصد اسٹریمنگ مواد غیر ملکی ہے جو مقامی تخلیقی اصناف — تھیٹر، مشاعرے، اور کلاسیک موسیقی — کے بھلائے جانے کا سبب بن رہا ہے۔ ڈیجیٹل تقسیم کا مسئلہ صرف انٹرنیٹ کی رسائی کا نہیں بلکہ ڈیجیٹل خواندگی کا بھی ہے۔ پاکستان میں غیر ملکی ڈیجیٹل مواد کا غلبہ مقامی ادب کو پیچھے دھکیل رہا ہے۔ غالب کی شاعری اگر صرف شہری طبقے تک محدود رہے تو ڈیجیٹل بازیافت کا دعویٰ ادھور رہے۔ ڈیجیٹل شمولیت کے بغیر ڈیجیٹل بازیافت مکمل نہیں ہو سکتی۔

ڈیجیٹل عہد میں غالب کی بازیافت کا تجرباتی جائزہ لینے کے بعد جو نتیجہ سامنے آتا ہے وہ نہ تو کلاماً امید افزا ہے نہ مایوس کن — بلکہ وہ پیچیدہ علمی صورت حال کی عکاسی کرتا ہے جسے دونوں سمتوں سے دیکھنا ضروری ہے۔ ڈیجیٹل ٹیکنالوجی نے جو سب سے بڑا کام کیا ہے وہ رسائی کا مسئلہ حل کرنا ہے — لیکن فہم کا مسئلہ اپنی جگہ قائم ہے۔ یہ دونوں الگ الگ مسائل ہیں اور انہیں خلط ملط کرنا خود ایک علمی کوتاہی ہے۔ ریختہ کا قاری غالب کے کلام تک پہنچ سکتا ہے، لیکن پہنچنا اور سمجھنا دو مختلف منازل ہیں۔ انٹرنیٹ نے کتب خانوں کی دیواریں گرا دی ہیں، لیکن تشریح اور تنقید کی وہ روایت جو ان دیواروں کے اندر پروان چڑھتی تھی، اسے ڈیجیٹل فضا میں منتقل کرنا بھی نامکمل ہے۔ ڈیجیٹل فیکسمائل کی یہ اصطلاح محض تکنیکی نہیں — یہ ایک ایسے نئے رشتے کی علامت ہے جو محقق اور متن کے درمیان قائم ہوتا ہے۔ جب نسخہ حمید یہ کاہر صفحہ زوم کر کے دیکھا جاسکتا ہو اور ہر حاشیے کو پڑھا جاسکتا ہو تو یہ تجربہ اصل نسخے کے قریب تر ہو جاتا ہے۔ اس ڈیجیٹل نقل کی اشاعت نے دنیا بھر کے محققین کو ایک ہی خزانے تک بیک وقت رسائی دی — یہ اردو مخطوطات کی دنیا میں ایک انقلابی قدم تھا۔ ڈیجیٹل فیکسمائل کا تصور یہ بھی یاد دلاتا ہے کہ اصل اور نقل کا فرق ڈیجیٹل دور میں نئے معنی اختیار کر لیتا ہے۔

نسخہ حمید یہ کی ڈیجیٹل اشاعت اس اعتبار سے غالب شناسی کا ایک سنگ میل ہے کہ اس نے پہلی بار ان اشعار کو محققین کے سامنے رکھا جو غالب کے ذاتی استعمال میں تھے اور جن پر ان کے اپنے ہاتھ کے حواشی موجود ہیں۔ لیکن اس نسخے کا استعمال اب تک بنیادی طور پر انگریزی خواں اور اردو کے اعلیٰ تحقیقی حلقوں تک محدود ہے۔ عام طالب علم کے لیے یہ نسخہ ابھی بھی اتنا ہی دور ہے جتنا کاغذ پر تھا — کیونکہ اس کے گرد تشریحی اور لسانی مدد کا وہ ڈھانچہ نہیں بنا جو اسے واقعتاً قابل استفادہ بنا سکے۔ یہی وہ خلا ہے جو ریختہ اور پریچٹ کے منصوبے کے درمیان موجود ہے — ریختہ نے مقدار دی ہے،

پریچٹ نے گہرائی دی ہے، لیکن اردو میں گہرائی کا ڈیجیٹل منصوبہ ابھی تک وجود میں نہیں آیا۔ یہ دروازہ صرف اشعار تک نہیں بلکہ غالب کی شاعرانہ تشکیل کے عمل تک بھی کھلتا ہے۔ ادبی تنقید کے لیے یہ خام مواد انتہائی قیمتی ہے کیونکہ اس سے تخلیقی عمل کی جھلک ملتی ہے۔ ان اشعار کا مطالعہ جو غالب نے بعد میں خارج کر دیے، یہ سوال اٹھاتا ہے کہ انہوں نے ایسا کیوں کیا۔ نسخہ حمید یہ کی ڈیجیٹل اشاعت اس طرح تنقیدِ متن کا ایک نیا باب کھولتی ہے۔ یہ باب اردو ادب کی نصابی کتابوں میں ابھی تک وہ مقام نہیں پاسکا جس کا وہ مستحق ہے۔

یہ تجزیہ واضح کرتا ہے کہ غالب شناسی کو سب سے بڑا خطرہ باہر سے نہیں، اندر سے ہے۔ مصنوعی ذہانت کے ٹولز کا جعلی حوالہ جات گھڑنا، سوشل میڈیا پر غلط نسبت کا وائرل ہونا، اور بغیر تصدیق کے مواد کا سیل رواں کی طرح پھیلتے جانا — یہ سب اس بات کی علامات ہیں کہ ڈیجیٹل جمہوریت اور علمی معیار ہمیشہ ہم سفر نہیں ہوتے۔ جتنی تیزی سے رسائی پھیلی ہے اتنی تیزی سے تصدیق کے آلات نہیں پھیلے۔ یہ محض ٹیکنالوجی کی ناکامی نہیں بلکہ تعلیمی اداروں اور تحقیقی حلقوں کی اس ذمہ داری کی یاد دہانی ہے کہ ڈیجیٹل ماحول میں علمی نگرانی اور رہنمائی کا کردار پہلے سے زیادہ اہم ہو گیا ہے۔ علمی دنیا کو یہ ذمہ داری محسوس کرنی چاہیے کہ ڈیجیٹل جمہوریت کے فوائد کے ساتھ اس کے نقصانات کا مقابلہ بھی ضروری ہے۔ تصدیق کے آلات پھیلانا ایک ضروری کام ہے۔ غالب شناسی کے اداروں کو محض ماضی کی حفاظت نہیں بلکہ ڈیجیٹل مستقبل کی نگرانی بھی کرنی ہے۔

موسیقی اور سوشل میڈیا کے ذریعے غالب کی مقبولیت کا جائزہ لیتے ہوئے یہ بات سامنے آتی ہے کہ غالب کو نئی نسل تک پہنچانے میں ثقافتی ذرائع نے وہ کام کیا جو اکادمی حلقے نہیں کر سکے۔ جگجگت سنگھ کی آواز اور ریڈیو کا انٹر فیس — ان دونوں نے مل کر غالب کو اس نسل کے لیے مقبول بنایا ہے جو روایتی مطالعے سے دور ہو چکی ہے۔ لیکن یہ تجربہ اپنی نوعیت میں سطحی ہو گا اگر تشریحی گہرائی کو نظر انداز کر دیا جائے۔ شعر کا سننا اور شعر کا سمجھنا دو الگ الگ کام ہیں — اور ڈیجیٹل عہد نے سننا آسان کر دیا لیکن سمجھنا اور بھی مشکل کر دیا کیونکہ سطحی رسائی نے گہرائی کی ضرورت کا احساس ہی کم کر دیا ہے۔ یہ مقبولیت اپنی جگہ قیمتی ہے کیونکہ یہ وہ پہلی سیڑھی ہے جو قاری کو غالب کی طرف لاتی ہے۔ ادبی تعلیم کا کام یہ ہے کہ اس مقبولیت کو فہم میں بدلا جائے۔ ڈیجیٹل عہد کا ادبی استاد وہ ہے جو اس سفر کی راہنمائی کرے۔

مصنوعی ذہانت اور قدرتی زبان کی پرسیدنگ کے تجربات سے جو نتائج سامنے آئے ہیں وہ اپنی جگہ دلچسپ ہیں — لیکن ان کی بنیادی کمزوری یہ ہے کہ وہ غالب کی شاعری کو ڈیٹا کے طور پر دیکھتے ہیں، متن کے طور پر نہیں۔ ورڈ فریکوینسی اینالیسس بتا سکتا ہے کہ غالب کے یہاں "دل" سب سے زیادہ آتا ہے، لیکن یہ نہیں بتا سکتا کہ غالب کے دل اور مومن کے دل میں کیا فرق ہے۔ یہ فرق صرف انسانی تشریح سے سامنے آتا ہے اور یہی وہ نکتہ ہے جہاں ڈیجیٹل علوم

انسانی کی حدود واضح ہو جاتی ہیں۔ مصنوعی ذہانت غالب کی نقل بنا سکتی ہے، غالب کو سمجھ نہیں سکتی — اور یہ فرق علمی دنیا کو ہمیشہ ذہن میں رکھنا چاہیے۔ مصنوعی ذہانت نمونے دیکھتی ہے، انسان معنی دیکھتا ہے — اور معنی وہی ہوتا ہے جو انسانی تجربے سے جڑا ہو۔ ڈیجیٹل علوم انسانی کا مستقبل یہ نہیں کہ انسانی محقق کی جگہ مشین لے لے بلکہ یہ ہے کہ مشین انسانی محقق کے کام کو آسان بنائے۔ غالب کو سمجھنا ایک انسانی کام ہے اور انسانی ہی رہے گا۔

غالب کی ڈیجیٹل تحقیق کو مستند، منظم اور مؤثر بنانے کے کئی امور توجہ طلب ہیں ہر ادارہ اپنی طرف سے کوشش کر رہا ہے لیکن ایک مربوط اور جامع حکمت عملی کا فقدان ہے۔ غالب جیسے عظیم شاعر کا ڈیجیٹل ورثہ پوری اردو دنیا کا مشترکہ فریضہ ہے۔ ان امور پر عمل کرنا آسان نہیں لیکن ناممکن بھی نہیں — ارادے اور اشتراک کی ضرورت ہے۔

اول — اردو زبان میں ایک مستند ڈیجیٹل تنقیدی پلیٹ فارم کی فوری ضرورت ہے جو پریچٹ کے انگریزی پلیٹ فارم کا اردو ہم پلہ بن سکے۔ ایسا پلیٹ فارم جو غالب کے ہر شعر کے ساتھ تشریح، تاریخی سیاق، لسانی تجزیہ، اور مختلف شارحین کی آرا کو ایک جگہ پیش کرے — اور جو اردو داں قاری کے لیے اتنا ہی سہل اور اتنا ہی گہرا ہو جتنا پریچٹ کا منصوبہ انگریزی خواں کے لیے ہے۔ یہ کام کسی ایک ادارے کا نہیں بلکہ پاکستان اور ہندوستان کے تحقیقی اداروں کے اشتراک کا تقاضا کرتا ہے۔ ایسے پلیٹ فارم کی ضرورت اس لیے بھی فوری ہے کہ اردو زبان کے محققین کو ابھی انگریزی ذرائع پر انحصار کرنا پڑتا ہے۔ اردو میں گہری تشریح کا پلیٹ فارم نہ صرف غالب شناسی کو آگے بڑھائے گا بلکہ اردو تنقیدی روایت کو بھی ڈیجیٹل سطح پر زندہ رکھے گا۔ اس کام کے لیے مالی وسائل کے ساتھ علمی وابستگی بھی ضروری ہے۔ پریچٹ کا تجربہ یہ ثابت کرتا ہے کہ ایک فرد بھی یادگار کام کر سکتا ہے لیکن ادارہ جاتی پشت پناہی سے یہ کام کہیں زیادہ پائیدار ہو سکتا ہے۔

دوم — پاکستان اور ہندوستان کے غالب شناسی کے اداروں کو ڈیجیٹل فضا میں باہمی تعاون کی ضرورت ہے۔ ادارہ غالب نئی دہلی، غالب اکادمی، ادارہ یادگار غالب کراچی، اور اس جیسے دیگر ادارے اگر اپنے ڈیجیٹلائزڈ مواد کو ایک مشترک پلیٹ فارم پر لے آئیں تو غالب کا ادبی ورثہ اپنی مکمل صورت میں سامنے آ سکتا ہے۔ جغرافیائی تقسیم علمی تقسیم نہیں بننی چاہیے — اور ڈیجیٹل ٹیکنالوجی نے پہلی بار یہ امکان واقعتاً پیدا کیا ہے کہ سرحدیں علمی تعاون کی راہ میں رکاوٹ نہ بنیں۔ یہ اشتراک صرف مواد کی فراہمی تک محدود نہیں ہونا چاہیے بلکہ مشترکہ تحقیقی منصوبوں تک بھی پھیلا چاہیے۔ غالب کی شخصیت خود اس اشتراک کی دعوت دیتی ہے کیونکہ انہوں نے کبھی اپنی شاعری کو ایک خطے تک محدود نہیں کیا۔ ادبی اشتراک سیاسی اختلافات کے باوجود ممکن ہے اور اکثر ان اختلافات سے بھی بڑا ثابت ہوتا ہے۔

سوم — تعلیمی اداروں کو چاہیے کہ طلبہ کو ڈیجیٹل وسائل کے تنقیدی استعمال کی باقاعدہ تربیت دیں۔ ذریعے کو مستند سمجھنے اور مستند ذریعے کو تلاش کرنے کا فرق — یہ آج کے طالب علم کی سب سے ضروری علمی مہارت ہے۔ مصنوعی ذہانت سے لی گئی معلومات اور پریچٹ کی تحقیق میں فرق کرنا سکھانا اب نصاب کا حصہ ہونا چاہیے۔ اردو ادب کے اساتذہ اور محققین کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس فرق کو واضح کریں اور طلبہ کو ان مستند ڈیجیٹل ذرائع سے روشناس کرائیں جن کا ذکر اس مضمون میں آیا ہے۔ ڈیجیٹل تنقیدی سوچ آج کے طالب علم کی بنیادی ضرورت ہے۔ اردو ادب کے اساتذہ کو خود بھی ڈیجیٹل ذرائع کی حدود سے واقف ہونا چاہیے۔ اگر ہم آج کے طلبہ کو یہ فرق سکھانے میں ناکام رہے تو کل کے محققین وہ غلطیاں دہراتے رہیں گے جن کا ذکر اس مضمون میں آیا ہے۔

چہارم — اردو OCR کی ترقی ایک فوری علمی اور تکنیکی ضرورت ہے۔ بغیر اس کے نستعلیق میں لکھے پرانے مخطوطات اور مطبوعات کی خود کار ڈیجیٹلائزیشن ممکن نہیں۔ غالب کے مخطوطات کی غالبیات کی سمجھ بوجھ رکھنے والے یا ادب شناس عملے کی نگرانی میں ڈیجیٹلائزیشن قابل تعریف ہے لیکن اس کی رفتار سست مشین کے مقابلے میں سست ہے — بہت سے اہم کتب خانے بالخصوص خدابخش لائبریری، ایشیائک سوسائٹی، اور برٹش لائبریری کے وسیع مجموعے ابھی بھی خود کار پرسیدنگ کے منتظر ہیں۔ اردو یونیورسٹیوں اور ٹیکنالوجی اداروں کا اشتراک اس سمت میں تیزی لا سکتا ہے۔ اسی آر کی ترقی اس محدودیت کو توڑ سکتی ہے۔ یہ ایک ایسی تکنیکی ضرورت ہے جس کا براہ راست تعلق ادبی ورثے کے تحفظ سے ہے اور اسے ترجیح دینا ضروری ہے۔

پنجم — غالب کے فارسی کلام کی ڈیجیٹل بازیافت ابھی تک وہ توجہ نہیں پاسکی جس کی وہ مستحق ہے۔ غالب کا فارسی دیوان اردو دیوان سے چار گنا زیادہ ہے لیکن ڈیجیٹل فضا میں اردو کلام کے مقابلے میں یہ تقریباً غائب ہے۔ فارسی کلام کی ڈیجیٹل تشریح اور ترجمے کا منصوبہ غالب کی کثیر الجہت شخصیت کو سمجھنے کے لیے ناگزیر ہے۔ غالب کا فارسی کلام ان کی اردو شاعری کی کلید ہے — جو شخص فارسی دیوان پڑھ چکا ہو وہ اردو دیوان کو مختلف آنکھوں سے دیکھتا ہے۔ ایران، افغانستان، اور تاجکستان کے محققین بھی اس کام میں شریک ہو سکتے ہیں کیونکہ غالب کا فارسی کلام ان کی ادبی روایت کا بھی حصہ ہے۔ اس طرح غالب کی بازیافت واقعی عالمی ہو سکتی ہے۔

غالب نے کہا تھا کہ شعر کی اصل قدر اس کی معنی آفرینی میں ہے، قافیہ پیمائی میں نہیں۔ ڈیجیٹل عہد میں ان کی بازیافت بھی اسی کسوٹی پر پرکھی جانی چاہیے: کیا یہ بازیافت معنی کو زندہ کر رہی ہے یا صرف متن کو محفوظ کر رہی ہے؟ کیا یہ رسائی فہم میں بدل رہی ہے یا صرف اعداد و شمار میں؟ جب تک ان سوالوں کے مثبت جواب نہیں ملتے، غالب کی ڈیجیٹل بازیافت ایک نامکمل منصوبہ رہے گی — اور یہی وہ نامکملیت ہے جو اگلی نسل کے غالب شناسوں کے لیے ایک چیلنج بھی ہے

اور ایک دعوت بھی۔ اگر ڈیجیٹل بازیافت صرف متن کو محفوظ کر رہی ہے لیکن معنی کو زندہ نہیں کر رہی تو یہ کام ادھورا ہے۔ غالب کا کلام تبھی زندہ رہتا ہے جب کوئی اسے سمجھے، محسوس کرے، اور اس سے اپنی زندگی کو جوڑے۔ آنے والی نسلوں کے لیے غالب کی اصل وصیت یہ ہے کہ انہیں محض یاد نہ کیا جائے۔ انہیں سمجھا جائے، ان سے سوال کیا جائے، اور ان سے اختلاف کیا جائے۔ یہی وہ زندہ روایت ہے جو غالب نے ہمیں دی ہے اور جسے ڈیجیٹل عہد میں آگے بڑھانا ہے۔

حوالہ جات و حواشی

- Berry, D. M. (Ed.). (2012). *Understanding digital humanities*. Palgrave Macmillan.
- British Library. (n.d.). *EAP566: Endangered archives programme*. <https://eap.bl.uk/project/EAP566>
- British Library. (n.d.). *Idarah-yi Yadgar-i Ghalib, Karachi (EAP566/4)*. <https://eap.bl.uk/collection/EAP566-4>
- Farooqi, M. A. (2016). Introduction to *Digital version of Mirza Ghalib's original manuscript Divan Nuskha-e-Hamidiya*. CreateSpace. <https://www.amazon.com/dp/1518865755>
- Ghalib Institute. (n.d.). *Ghalib Institute*. <https://ghalib-institute.com/ghalib-institute/>
- Indian Culture Portal. (n.d.). *Dastambu by Mirza Ghalib*. <https://indianculture.gov.in/digital-district-repository/district-repository/dastambu-mirza-ghalib>
- Indian Culture Portal. (n.d.). *Ghalib and the events of 1857*. <https://indianculture.gov.in/node/2820132>
- Indian Culture Portal. (n.d.). *Indian Culture Portal*. Ministry of Culture, Government of India. <https://indianculture.gov.in>
- Kamath, U. (2020, July 10). *Analysis of Ghalib's ghazals using NLP*. Medium. <https://medium.com/@kamathuday/analysis-of-ghalibs-ghazals-using-nlp-and-machine-learning-f6c1f2155f5f>
- Noonan, D. (2019). Review of *The theory and craft of digital preservation*. *RBM: A Journal of Rare Books, Manuscripts, and Cultural Heritage*, 20(2). <https://rbm.acrl.org/index.php/rbm/article/view/24180/31978>
- Owens, T. (2018). *The theory and craft of digital preservation*. Johns Hopkins University Press.

- Paradigm Shift. (2025, April 21). *Impact of social media on Pakistan's cultural identity*. <https://www.paradigmshift.com.pk/impact-of-social-media/>
- PMC. (2025). *Automated compilation of Urdu poetry handwritten image datasets*. <https://pmc.ncbi.nlm.nih.gov/articles/PMC11743332/>
- Pritchett, F. W. (n.d.). *About this project. A Desertful of Roses*. Columbia University. http://franpritchett.com/00ghalib/about/about_project.html
- Pritchett, F. W. (2019). *Ghalib studies 2019*. Columbia University. https://www.columbia.edu/itc/mealac/pritchett/00ghalib/texts/txt_fw_p_skyinantsegg_2019.html
- Rekhta. (n.d.). *Dastanbuy: A diary of the Indian Revolt of 1857*. <https://www.rekhta.org/ebooks/detail/dastanbuy-a-diary-of-the-indian-revolt-of-1857-mirza-ghalib-ebooks>
- Rekhta Foundation. (n.d.). *About Rekhta*. <https://www.rekhta.org/CMS/about-site>
- Rekhta Foundation. (n.d.). *Our work*. <https://rekhtafoundation.org/our-work/>
- Sahapedia. (n.d.). *How Ghalib mourned the loss of Delhi during the 1857 revolt*. <http://www.sahapedia.org/how-ghalib-mourned-loss-delhi-during-1857-revolt>
- The Express Tribune. (2025, October 19). *Frances Pritchett's monument to Ghalib*. <https://tribune.com.pk/story/2573106/frances-pritchetts-monument-to-ghalib>
- The Patriot. (2025, March 11). *Delhi govt to organise virtual tour of Ghalib ki Haveli*. <https://thepatriot.in/delhi-ncr/67067>
- ThePrint. (2025, March 3). *Mirza Ghalib returns. attends-ambani-wedding-told-to-go-to-pakistan/2216904/*. <https://theprint.in/feature/mirza-ghalib-returns-uses-instagram-attends-ambani-wedding-told-to-go-to-pakistan/2216904/>
- Wikipedia contributors. (n.d.). *Ghalib*. *Wikipedia*. Retrieved April 24, 2026, from <https://en.wikipedia.org/wiki/Ghalib>
- Wikipedia contributors. (n.d.). *Ghalib Academy, New Delhi*. *Wikipedia*. Retrieved April 24, 2026, from https://en.wikipedia.org/wiki/Ghalib_Academy,_New_Delhi
- Wikipedia contributors. (n.d.). *Ghalib ki Haveli*. *Wikipedia*. Retrieved April 24, 2026, from https://en.wikipedia.org/wiki/Ghalib_ki_Haveli
- Wikipedia contributors. (n.d.). *Jagjit Singh*. *Wikipedia*. Retrieved April 24, 2026, from https://en.wikipedia.org/wiki/Jagjit_Singh
- Wikipedia contributors. (n.d.). *Rekhta (website)*. *Wikipedia*. Retrieved April 24, 2026, from [https://en.wikipedia.org/wiki/Rekhta_\(website\)](https://en.wikipedia.org/wiki/Rekhta_(website))

- Department of Archaeology, Government of NCT Delhi. (n.d.). *Mirza Ghalib memorial*. <https://archaeology.delhi.gov.in/archaeology/mirza-ghalib-memorial-chandni-chowk>
- Masnu'i zehnat aur Urdu zaban o adab*. (n.d.). *Bunad: Majallah Dirasat-i Urdu*, 15(1).
<https://bunad.lums.edu.pk/website/journal/article/667c376280d83/page>
- Poet attribution of Urdu ghazals using deep learning*. (2023). *IEEE Xplore*.
<https://ieeexplore.ieee.org/document/10136675/>